یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں ، لا الٰہ الاّ اللہ!

۲ - آپ نے جو گھر کا واقعہ بتایا یا ڈاکٹری جرنلز میں ایسے اور بھی واقعات کا حوالہ دیا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ ایسے واقعات تندرست عورتوں کے عوارض نہیں بلکہ بیمار عورتوں کے عوارض ہیں ۔خود طب کے مطابق حاملہ عورت کو جو خون آتا ہے وہ حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ کا خون ہوتا ہے ۔حیض کا خون فم رحم سے جاری ہوتا ہے اور استحاضہ کا خون عرقِ عاذل سے نکلتا ہے ۔حیض کے خون میں نماز اور وظیفہ زوجیت ازروئے شرع منع ہے مگر استحاضہ کے خون میں نماز فرض اور وظیفہ زوجیت جائز ہوتا ہے ۔حیض کا خون سیاہ ،گاڑھا اور بدبو دار ہوتا ہے اور کبھی خاکستری بھی ہوتا ہے مگر استحاضہ کا خون سرخ ،پتلا اور بلا بدبو کے ہوتا ہے ۔اگر بالفرض کسی حاملہ کو سچ مچ حیض آجاتا ہے تو یہ "القلیل کالمعدوم" کا حکم رکھتا ہے اور یہ شریعت پر حاوی اور قاضی نہیں ہو سکتا ۔شریعت طب کی جزئیات کی پابند ہرگز نہیں ہے علاوہ ازیں آپ کی بیان کردہ اکثریت کے اصول کے بھی خلاف ہے ۔

بہر حال جہاں طب شریعت سے متصادم ہوگی وہاں شریعت کو طب کے تابع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ طب ماہرینِ صحت کے تجارب کا نام ہے اور شریعت حامل وحی کے فرمودات سے عبارت ہے اور فلاح و فوز شریعت کی پیروی میں ہے خواہ اس فلاح و فوز کا تعلق جسم سے ہو یا روح سے ۔ واللہ اعلم بالصواب!

(۲)

جناب مولانا صاحب ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' !

مندرجہ ذیل مسئلہ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں دریافت کرنا چاہتا ہوں ۔

ایک شادی شدہ آدمی تین بچوں کا باپ جو کہ عرصہ ساڑھے چار سال سے غائب ہے اور اس کے آنے کی ، رجوع کرنے کی کوئی امید نہیں ہے ۔لڑکی والوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کرا دیا اور عدالت نے لڑکی کے حق میں طلاق کا فیصلہ دے دیا ، کیا شریعت کی رو سے وہ طلاق درست ہو گی یا نہیں ؟

اس کے بعد کوئی شخص اس سے شادی کرنا چاہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟ اور اگر طلاق نہیں ہوسکتی تو لڑکی کے لئے بقایا دن گذارنے کا کیا اور کون سا راستہ ہے ؟ آدمی

میں ہر طرح کی بری خصلت پائی جاتی ہے اور وہ دانستہ روپوش ہے ۔ مہربانی فرما کر تفصیل سے یہ مسئلہ سمجھا دیں ۔ (صفدر علی)

الجواب:

اقول و باللہ التوفیق:

واضح ہو کہ ایسے خاوند کے متعلق جو غائب ہو جائے اختلاف پایا جاتا ہے ۔ حنفیہ کے ہاں ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق ۱۰۰ سال اور امام محمد کے مطابق ۱۲۰ سال اور امام ابو حنیفہ کے مطابق ۹۰ سال اور بعض حنفیوں کے مطابق ۶۰ سال اور بقول بعض ۷۰ سال اور ایک قول کے مطابق ۸۰ سال تک وہ عورت اپنے گمشدہ اور غائب خاوند کی انتظار کرے اور امام مالک اور امام اوزاعی کے نزدیک ۴ سال اور ۴ ماہ اور دس دن انتظار کے بعد وہ اپنا نیا نکاح کر سکتی ہے ۔

امام مالک اور امام اوزاعی کے قول کی بنیاد حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے:

"مالک عن یحیٰ بن سعید عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجها فلم تدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر و عشرا ثم تحل" (موطا مع مسوی و مصفیٰ ص ۵۹ ج ۲)

کہ "حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں، جس عورت کا خاوند گم ہو جائے اور اس کا کچھ پتہ نہ چلے تو وہ چار سال تک اس کا انتظار کرے اور پھر ۴ ماہ اور دس دن گذارے اور پھر حلال ہو جائے یعنی چاہے تو دوسرا کر سکتی ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

۲۔ "سعید بن منصور و عبدالرزاق من طریق الزهری عن سعید بن المسیب ان عمر و عثمان قضیا بذالك"

۳۔ اخرج سعید بن منصور بسند صحیح عن ابن عمر و ابن عباس قال تنتظر امرأۃ المفقود اربع سنین و ثبت فی روایة عن عثمان و ابن مسعود کلیهما و من التابعین الکبار النخعی والزهری والشعبی و مکحول و عطاء هکذا فی فتح الباری"

(بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ص ۵۶۴ ج ۲)

کہ "حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابہ کرام میں سے اور کبار تابعین میں سے ابراہیم نخعی، ابوشہاب زہری، مکحول، عطاء اور شعبی کا یہی قول ہے کہ گمشدہ خاوند والی عورت ۴ سال انتظار کے بعد ۴ ماہ اور دس دن عدت گذارنے کے بعد اس نکاح سے فارغ ہو جائے اور چاہے تو آگے نکاح کر لے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"مفقود کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ مر چکا ہے۔ اس صورت میں عورت پر وفات کی عدت ہے۔ یا وہ زندہ ہے۔ جس نے عورت کو اچھے طریقہ سے نہیں رکھا تو اس پر تفریق لازم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو اچھے طریقہ سے رکھو۔ اگر ادائے واجب میں کوتاہی کرے تو قاضی (جج) اس کا نائب بن کر فیصلہ کر دے گا۔

ہم نے اس عورت پر دو مدتیں واجب کی ہیں اور ہم نے اس پر دور ترین عدت واجب کی ہے کیونکہ امام شافعی کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔ پھر اس کے بعد ہم نے وفات کی عدت تجویز کی اور قاضی کے فیصلہ کو کہ چار سال انتظار کرے بمنزلہ تفریق کے قرار دیا۔" (مصفیٰ برحاشیہ مسویٰ صفحہ ۶۰ ج ۲)

ابوالحسنات مولانا عبدالحی حنفی نے بھی اس قول کو تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھئے فتاویٰ عبدالحی (اردو) صفحہ ۲۸۳۔

مفتی رشید احمد گنگوہی نے بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس صورت میں کہ جبکہ شوہر کو مفقود ہوئے بیس سال سے زائد ہو گئے ہیں تو اس کا نکاح دوسرے شخص سے حسب مذہب امام مالک جس پر حنفیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے، درست ہو گیا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۴۱)

بہر حال ۴ برس ۴ ماہ اور ۱۰ دن کے بعد وہ عورت نیا نکاح کر سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ اور خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کا یہی فیصلہ ہے اور یہی زیادہ احتیاط والا قول ہے۔

اگر خاوند بیچ عمداً روپوش ہے اور بیوی کو ترک دینا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کر کے مدعیٰ علیہ کے نام نوٹس جاری کر دیا جائے۔ اور اگر وہ